Volume 02, Issue 03,
October-December 2024
PP: 183-194
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

جنگ اور تشدد کی صورت حال میں شہری آبادی کا تحفظ

اسلام اور بین الاقوامی قانون انسانیت کی روشنی میں

The Protection of Civilian Population in Situation of War and Violence: in the Light of Islam and International Humanitarian Law

ڈاکٹر منہاج الدین [1] ڈاکٹر محمد اصغر [2]

Article History

Received
28-11-2024

Accepted
12-12-2024

Published
25-12-2024

Abstract & Indexing

WORLD of JOURNALS, ASIAN Research Index, Signatory of DORA, ACADEMIA, EuroPub, REVIEWER CREDITS

Abstract

Human history is marked by recurrent wars and conflicts that have arisen due to various political, social, and economic factors. These conflicts have often inflicted immense harm on societies, particularly on vulnerable civilian populations. The wisdom of humanity and ethical imperatives demand two fundamental measures: first, to make every effort to prevent wars and conflicts, or at least reduce their frequency and scope; and second, to minimize their destructive consequences when they do occur. A significant aspect of this effort is the protection of civilians from harm during armed conflicts. This raises a critical question: how do Islamic law and international humanitarian law address this issue? Both frameworks emphasize the importance of minimizing harm in war and safeguarding non-combatants, but their approaches, principles, and mechanisms may differ. While Islamic law draws its foundation from the Quran, Sunnah, and the Islamic legal tradition, international humanitarian law is based on globally recognized treaties, conventions, and customary practices. This article seeks to explore the provisions of both Islamic law and international humanitarian law concerning the protection of civilians during armed conflicts. It aims to identify the common principles they share, such as the prohibition of targeting non-combatants, and the areas where their methodologies or interpretations diverge. Through a detailed comparative analysis, this study highlights the convergence of these two frameworks on humanitarian principles while shedding light on their unique contributions to the discourse on limiting the human cost of war.

Keywords

War, Conflict, Civilian Protection, Islamic Law, International Humanitarian Law, Comparative Analysis, Humanitarian Principles.

[1] ***Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt, Degree College, Miryan, Bannu.***
manhaju@gmail.com
[2] ***PhD Scholar, Department of Sharia & Law, International Islamic University, Islamabad.***
asgharadvocate1@gmail.com

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

OPEN ACCESS

تمہید:

خالقِ کائنات نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت انسانی فطرت میں خیر وشرّ کی دونوں قوتیں ودیعت کی ہیں جس میں بہت سی مصالح پیشِ نظر ہیں۔ انہی قوتوں کو اعتدال وتوازن میں لانے اور ان قوتوں کے مثبت استعمال کی نشاندہی کے لیے انسانی تمدن کا ہر معاشرہ اپنے حالات کے موافق کچھ ضابطوں کی تشکیل کرتا رہا ہے تاکہ وہ ان ضابطوں کے دائرے میں رہ کر ایک صالح اور پرامن معاشرہ تشکیل پاسکے۔ بایں ہمہ بعض افرادِ انسانی اسی قوتِ شرّ کو اپنے دائرے سے باہر لاکر غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور دوسرے انسانوں کی جان، مال اور آبرو پر اپنی ناجائز خواہشات کی تسکین کے لیے حملہ آور ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں جنگ ایک ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے جس میں مظلوم کو یہ حق حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ ظالم کے ہاتھ کو روک کر اسے ظلم سے باز لائے۔ چنانچہ ایسی صورتِ حال میں ظالم ومظلوم کے مابین ایک جنگ چھڑ جاتی ہے۔ دورانِ جنگ عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ جو لوگ جنگ میں حصہ نہیں لے رہے ہیں جنہیں آج کی زبان میں شہری آبادی کہتے ہیں، انہیں کسی قسم کی گزند نہ پہنچائی جائے اور ان کی حفاظت کو یقینی بنائی جائے۔ سوال یہ ہے کہ اس عقلی تقاضے کے حوالے سے مذہبِ اسلام اور بین الاقوامی قانونِ انسانیت کیا موقف رکھتے ہیں؟ اس عقلی تقاضے سے دونوں کس حد تک متفق ہیں اور دونوں کا اس حوالے سے باہمی اشتراک واختلاف کیا ہے؟ زیرِ نظر مضمون اسی حوالے سے بحث کرتا ہے۔

شہری آبادی(civilian):

آج کے عرف میں شہری آبادی سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنگ میں عملاً کسی قسم کا حصّہ نہیں لیتے۔ فی زمانہ چونکہ ہر ریاست جنگی مقاصد کے لیے ایک آرمڈ فورسز مختص کرتی ہے، اس لیے حالتِ جنگ میں عموماً صرف یہی فورسز حصہ لیتی ہیں۔ ان کے علاوہ ریاست کی اکثریتی آبادی جنگ سے عملاً کنارہ کش ہوکر کاروبارِ زندگی میں مشغول ہوتی ہے۔ یہی اکثریتی آبادی شہری آبادی کہلاتی ہے جسے عربی زبان میں غیر مقاتلین کہا جاتا ہے۔ حالتِ جنگ میں شہری آبادی کے حقوق کے حوالے سے اسلام کونسی ہدایات دیتا ہے؟ بین الاقوامی قانون کا موقف کیا ہے؟ اور اس حوالے سے دونوں میں کس حد تک اشتراک اور کس حد تک اختلاف ہے؟ زیرِ نظر آرٹیکل میں ان سوالات پر بحث کی گئی ہے۔

اسلام کا نقطۂ نظر:

اسی طرح جنگ سے کنارہ کش ہوکر صلح کی طرف مائل ہوجائیں، ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [1]

ترجمہ: ”اور اگر وہ لوگ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ، اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ یقین جانو وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔[2]“

یہ آیت واضح انداز میں بتارہی ہے کہ اسلام کی نظر میں جنگ ایک ناگزیر ضرورت ہے اور اسے ختم کرنے کے لیے بس صرف ایک بہانہ چاہیے کہ مدّمقابل صلح کی طرف مائل ہوجائے تو آپ بھی اللہ پر توکل کرکے فوراً صلح پر آمادہ ہو۔

لیکن ایک دفعہ جنگ چھڑ جائے تو پھر اس مرحلے میں بھی قانونِ اسلامی کی تعلیم یہ ہے کہ جنگ امکانی حد تک محدود تر ہو اور جو لوگ آپ سے لڑتے ہیں صرف ان سے جنگ کرنی چاہیے۔ اس دائرے سے باہر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [3]

ترجمہ: ”اور ان لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“[4]

اس آیت میں ”زیادتی نہ کرنے“ سے کیا مراد ہے؟ ابن عباسؓ[5] نے اس کی تشریح میں فرمایا[6] کہ ”عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور ان لوگوں کو قتل نہ کرو جنہوں نے آپ کے مارنے سے ہاتھ روکا اور آپ کی طرف سلامتی کی پیشکش کی۔“

سیرت واحادیث:

حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کے ارشادات بھی اس بارے میں بڑے واضح ہیں:

- حضور ﷺ کسی غزوہ میں جا رہے تھے، لشکر کا ایک حصّہ خالد بن ولید[7] کی قیادت میں آگے جا رہا تھا۔ راستے میں حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے ایک عورت کی میت کو دیکھا جسے لشکر کے پہلے حصے نے قتل کیا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا: ”یہ تو لڑائی کرنے والوں میں سے نہیں“۔ پھر آپ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کے پاس یہ پیغام بھجوایا کہ وہ کسی بچے یا مزدور کو قتل نہ کرے[8]۔
- اسی طرح ابن عمرؓ[9] سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا[10]۔
- حضور ﷺ نے غلاموں اور مزدوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا[11]۔
- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے (صحابہ کرام کو جنگی مہم پر روانہ فرماتے ہوئے) فرمایا: ”اللہ کے نام سے، اللہ اور اس کے رسول کے دین کے نام سے جاو اور کسی بوڑھے، بچے، چھوٹے اور عورت کو قتل نہ کرو[12]۔

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

صحابہ کرامؓ سے بھی اسی طرح کے اقوال وافعال مروی ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ غیر مقاتلین (لڑنے میں عملاً حصہ نہ لینے والے) کا قتل درست نہیں۔ مثلاً

- ابو بکر صدیقؓ نے لشکرِ اسلام کو شام کی طرف روانہ کرنے سے پہلے دس باتوں کی وصیّت کی؛ فرمایا: عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹو۔ عمارتیں نہ گراو۔ بھیڑ یا اونٹ کو ذبح نہ کرو، مگر کھانے کی غرض سے۔ کھجور کے درختوں کو نہ آگ میں جلاو، نہ پانی میں بہاو۔ مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو اور بزدلی کا اظہار نہ کرو[13]۔
- عمر فاروقؓ نے (لشکرِ اسلام سے مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: کسانوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، انہیں قتل نہ کرو الّا یہ کہ وہ بھی جنگ میں عملاً حصہ لے لیں[14]۔
- امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک لشکر کو ہدایات لکھے جن میں یہ بات بھی لکھی کہ[15]
  - پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کو نہ مارو۔
  - نہ کسی زخمی کو قتل کرنے میں جلدی کرو۔
  - عورتوں کو کچھ نہ کہو۔

زمانہ جاہلیت میں ہمیں ان سے ہاتھ روکنے کا حکم دیا جاتا تھا، اگرچہ اس وقت وہ مشرک تھیں۔ اُس زمانے میں اگر کوئی مرد کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے بھی مارتا / زخمی کرتا تھا تو اسے اور اس کی نسل کو اس بات سے عار دلایا جاتا تھا۔

- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام جنگوں میں مشرکین کے تاجر لوگوں کو قتل نہیں کرتے تھے[16]۔

آیتِ کریمہ، حضور ﷺ کے ارشادات، سیرۃِ طیبہ، صحابہ کرامؓ کے تعامل اور ارشادات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شہری آبادی کو قتل کرنا درست نہیں، بلکہ ان کا تحفّظ لازم ہے۔

سوال:

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ تمام نصوص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ تمام مردوں کا قتل جائز ہو گا۔ یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ اسلامی قانون میں شہری آبادی کا قتل جائز بلکہ ضروری ہے، حالانکہ یہ بات توعدل وانصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اُس دور میں آرمڈ فورسز اور شہری آبادی کی تقسیم کا تصوّر نہیں تھا، بلکہ اُس دور میں ہر صحت مند بالغ آدمی لڑائی میں شرکت کے لیے نہ صرف تیار، بلکہ عملاً حصّہ بھی لیتا تھا۔ اس لیے جن لوگوں کو آثار واحادیث میں مستثنیٰ قرار دیا گیا، صرف یہی لوگ اُس زمانے میں لڑائی میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ان لوگوں کو مستثنیٰ کرنے کی علّت یہی "ترکِ قتال" ہے۔ نصوص کے اندر ایسے آثار و قرائن موجود ہیں جن سے مذکورہ علّت (ترکِ قتال) کی نشاندہی ہوتی ہے۔ مثلاً

1. قرآن کی مذکورہ آیت کے حصّے ولا تعتدوا کی تفسیر میں ابن عباسؓ[17] نے اس بات کی تصریح کی ہے؛ فرمایا[18] کہ "عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو قتل نہ کرو اور ان لوگوں کو قتل نہ کرو جنھوں نے آپ کے مارنے سے ہاتھ روکا اور آپ کی طرف سلامتی کی پیشکش کی۔" یہاں ابن عباسؓ نے بطور عموم و قانون کے ہر وہ شخص مستثنیٰ قرار دیا جو آپ کو مارنے سے ہاتھ روکے۔
2. حضور ﷺ نے جب کسی غزوہ میں عورت کی لاش دیکھی تو ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "مَا كَانَتْ هَذِهِ تُقَاتِلُ فِيمَنْ يُقَاتِلُ[19]۔ یعنی یہ تو لڑائی کرنے والوں میں شامل ہو کر قتال نہیں کرتی تھی۔ یہاں تصریح ہے کہ عورت کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا کہ وہ لڑائی میں شرکت نہیں کرتی۔
3. عمر فاروقؓ کے مذکورہ قول کہ "کسانوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، انہیں قتل نہ کرو الّا یہ کہ وہ بھی جنگ میں عملاً حصہ لے لیں[20]" میں بھی اسی بات کی تصریح ہے کہ کسانوں کے قتل نہ کرنے کی علّت یہی "ترکِ قتال" ہے۔ چنانچہ اگر وہ بھی لڑائی میں حصّہ لینا شروع کرے تو انہیں بھی قتل کیا جائے گا، جیسا کہ اسی قول کے آخر میں اس کی تصریح موجود ہے۔
4. فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے لشکر کے تمام سرداروں کو یہ تاکید کی تھی کہ وہ صرف ان لوگوں سے قتال کریں جو ان سے قتال کے لیے نکلے[21]۔

حاصل یہ کہ مذکورہ مستثنیات کو مستثنیٰ کرنے کی اصل علّت "ترکِ قتال" ہے۔ امام طحاویؒ اسی کی تصریح کر کے لکھتے ہیں:

وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , فِي حَدِيثِ رَبَاحٍ أَخِي حَنْظَلَةَ , فِي الْمَرْأَةِ الْمَقْتُولَةِ «مَا كَانَتْ هَذِهِ تُقَاتِلُ» أَيْ: فَلَا تُقْتَلُ , فَإِنَّهَا لَا تُقَاتِلُ , فَإِذَا قَاتَلَتْ قُتِلَتْ , وَارْتَفَعَتِ الْعِلَّةُ الَّتِي لَهَا مَنَعَ مِنْ قَتْلِهَا ۔[22]

ترجمہ: اس بات پر دلیل حضور ﷺ کا یہ قول ہے جو حنظلہ کے بھائی رباحؓ کی حدیث میں مقتول عورت کے حوالے سے ذکر ہے: ماکانت ہذہ تقاتل: یعنی اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ قتال نہیں کرتی۔ لیکن جونہی یہ قتال میں شریک ہو جائے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا، کیونکہ جو علّت اس کے قتل کرنے میں رکاوٹ تھی، وہ دور ہو گئی۔

چنانچہ یہی لوگ اگر قتال میں حصّہ لے لیں تو انہیں بھی قتل کیا جائے گا۔ غزوۂ حنین میں درید بن صمّہ کو اسی وجہ سے قتل کیا گیا کہ وہ جنگ میں شریک تھے، حالانکہ وہ اس وقت 120 یا 160 سال کے تھے[23]۔

چونکہ آج کے دور میں باقاعدہ طور پر آرمی اور سویلین کی تقسیم ہو چکی ہے، اور جنگ میں صرف مسلح افواج ہی حصہ لیتی ہیں، اس لیے شہری آبادی میں بھی یہی ترکِ قتال کی علّت پائی گئی، پس قانونِ اسلامی کی رو سے شہری آبادی کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کا تحفظ لازم ہو گا۔

مقاتلین و غیر مقاتلین:

اسلامی نقطۂ نظر سے دو قسمیں بنتی ہیں؛ مقاتلین و غیر مقاتلین۔ اول قسم کو آج کی اصطلاح میں combatant، جبکہ دوسری قسم کو civilian population کہتے ہیں۔ مقاتلین سے مراد لڑائی میں حصہ لینے والے، جبکہ غیر مقاتلین سے مراد اس کے برعکس ہیں۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لڑائی میں حصّہ لینے سے کیا مراد ہے؟ کیا اس میں صرف وہی لوگ شامل ہیں جو اسلحہ ہاتھ میں لے کر براہِ راست جنگ میں حصّہ لیتے ہیں؟ اس کا جواب سیرۃِ طیبہ سے یہ ملتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی قتل کیا گیا جو اگرچہ براہِ راست جنگ نہیں کرتے تھے، تاہم جنگ کے حوالے سے ان کا ایک خاص قسم کا رول تھا، مثلاً

1. درید بن صمۃ غزوۂ حنین میں اس لیے شریک ہوئے تھے کہ وہ کہنہ مشق سپاہی تھے، ان کی رائے اور تجربے سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہیں شریک کیا گیا تھا[24]، حالانکہ وہ اس وقت بہت بوڑھے تھے، عملاً لڑائی نہیں کر سکتے تھے۔
2. کعب بن اشرف کو بھی قتل کیا گیا، حالانکہ وہ عملاً لڑائی میں شریک نہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ یہ کیا تھا کہ جنگ میں ان کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے، پھر اس نے بدعہدی کر کے دشمنان اسلام کی معاونت کی۔ نیز حضور ﷺ کی ہجو اور گستاخی بھی کیا کرتے تھے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ جنگ میں کوئی براہِ راست شریک نہ ہو، لیکن اگر وہ جنگ میں ایسا تعاون کرنے لگے جسے جنگ میں براہِ راست دخل اندازی سے تعبیر کی جاسکے تو اسے بھی مقاتل (combatant) سمجھا جائے گا۔ مثلاً وہ جنگی امور میں ذی رائے ہو تو اس کی بصیرت سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہ جنگ میں شریک ہو۔ یا دشمن کو اسلحہ فراہم کرنے لگے یا دوسروں کو جنگ میں شرکت کی ترغیب و تحریض دینے لگے تو ایسوں کو بھی مقاتلین سمجھا جائے گا۔

اسلامی نقطۂ نظر دیکھنے کے بعد اب ذیل میں بین الاقوامی قانون کا تناظر پیش کیا جا رہا ہے۔

شہری آبادی اور بین الاقوامی قانون:

بین الاقوامی قانون کی رو سے مقاتل (combatant) اور شہری آبادی دو متضاد کیٹیگریز ہیں؛ کیونکہ مقاتل کے علاوہ تمام لوگ شہری آبادی (civilian) کے زمرے میں آتے ہیں۔ اب مقاتل کون لوگ ہیں؟ بین الاقوامی قانون کی رو سے:

کسی فریقِ جنگ کے وہ تمام منظم مسلح فورسز، گروپس اور یونٹس جو کسی ایسے کمانڈ کے تحت کام کر رہے ہوں جو اپنے ماتحتوں کے کنڈنٹ کے لیے اُس فریق کو جوابدہ ہوں، چاہے وہ فریق ایسی حکومت یا اتھارٹی کی نمائندگی کرتا ہو جسے مخالف فریق تسلیم بھی نہ کرے۔ ایسے تمام فورسز بین الاقوامی قانونِ جنگ کے تابع کام کریں گے۔

ایسے تمام فورسز کا ہر ایک ممبر مقاتل (combatant) کہلائے گا اور یہ اس بات کا حق دار ہوگا کہ وہ براہِ راست کسی جنگ میں شریک ہوسکے۔ سوائے ڈاکٹر اور پادری کے[25]۔

یہ سب مقاتل (combatant) کی حیثیت کے حامل ہوں گے بشرطیکہ درج ذیل شرائط کے حامل ہوں۔

- کسی ایسے ذمّہ دار کمانڈ کے تحت لڑ رہے ہوں جو ان کی کارروائیوں کے لیے وہی جوابدہ ہو۔
- مخصوص علامت کے حامل ہوں۔
- اسلحہ کھلم کھلا استعمال کرتے ہوں۔
- بین الاقوامی قوانین کے مطابق لڑتے ہوں[26]۔

پہلی اور آخری شرط کا حاصل یہ ہے کہ جنگ بھیڑ چال کی بجائے ایک منظّم شکل میں ہوگی۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مقاتلین قانون سے مبرّانہ ہوں گے بلکہ اپنی ہر کارروائی کے لیے نہ صرف افراد بلکہ پورا کمانڈ جواب دہ تصوّر کیا جائے گا۔ دوسری تیسری شرط کا حاصل یہ ہے کہ جنگ میں شریک افراد ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دے سکے۔ علاوہ ازیں مقاتلین اور شہری آبادی کے درمیان امتیاز بھی برقرار رہے تاکہ شہری آبادی کا تحفظ بھی ممکن ہوسکے۔

بین الاقوامی قانون کی روسے ایسے تمام افراد جو ذکر کردہ شرائط کے حامل ہوں، مقاتلین میں شمار ہوں گے اور ان کے علاوہ سب لوگ شہری آبادی (civilian population) شمار کی جاتی ہے۔

شہری آبادی کا تحفظ:

بین الاقوامی قانون کی تاریخی ارتقا پر نظر ڈالتے ہوئے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ ہیگ کنونشن 1907 وہ پہلا معاہدہ تھا جس میں جنگ کے دائرے کو محدود کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ اس میں پہلی دفعہ قرار دیا گیا کہ دشمن کی املاک کو تباہ یا اس پر قبضہ کرنے کی اس وقت تک ممانعت ہوگی جب تک وہ جنگ کے ناگزیر مطالبات کے دائرے میں داخل نہ ہو[27]۔ بعد میں دیگر جنیوا معاہدات اور اس کے اضافی پروٹوکولز میں اس کی تنقیح کر کے تفصیلات طے کی گئیں۔ چنانچہ پروٹوکول 1 کے مطابق:

1. شہری آبادی اور عام لوگوں کو ہر قسم کے ملٹری آپریشن سے حفاظت دی جائے گی۔ اسی طرح انہیں کسی بھی حملے کا ہدف نہیں بنایا جائے گا۔ یہ حفاظت انہیں اس وقت تک دی جائے گی جب تک وہ لڑائی میں براہِ راست شرکت نہ کریں[28]۔
2. بین الاقوامی قانون کا ایک اصول امتیاز (Discrimination) بھی ہے جس کا مطلب ہے کہ حملے سے پہلے جائز و ناجائز ہدف کے درمیان امتیاز کرنا پڑے گا۔ جب تک امتیاز نہ ہو، حملے کی اجازت نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر[29]:

i. ایسے تمام حملے جو کسی ملٹری ہدف کو مخصوص کر کے نہ کیے گئے ہوں۔

ii. ایسے حملے جن میں کوئی ایسا طریقہ (means/method) اختیار کیا گیا ہو یا جو ایسے آلات کی مدد سے کیے گئے ہوں جن کو کسی ملٹری ہدف کے ساتھ مخصوص کرنا ممکن ہی نہ ہو۔

iii. ایسے تمام حملے جن کے اثرات کسی جائز ہدف تک محدود نہ ہوں۔

iv. ایسی جگہ بمباری کرنا جہاں ملٹری اہداف کے ساتھ ساتھ شہری آبادی بھی موجود ہو[30]۔

چونکہ مذکورہ تمام صورتوں میں شہری آبادی کی حفاظت یقینی نہیں، اس لیے شہری آبادی کی حفاظت ہی کی خاطر ایسے حملوں کی ممانعت ہے۔ البتہ شہری آبادی کی حفاظت کے قانون سے کوئی ناجائز فائدہ بھی نہیں اٹھائے گا۔ چنانچہ جہاں عسکری مقامات موجود ہوں، وہاں شہری آبادی کو اس غرض کے ساتھ لے جانے کی بھی ممانعت ہے کہ اسے عسکری مقامات کی حفاظت کے لیے ڈھال بنایا جاسکے[31]۔

اسی طرح شہری آبادی کو غذائی سامان کی ترسیل بند کر کے بھوک میں مبتلا کرنا بھی ممنوع ہے[32]۔

شہری مقامات کی حفاظت:

شہری آبادی کی طرح شہری مقامات کی بھی حفاظت یقینی بنائی جائے گی۔ ملٹری مقامات کے علاوہ تمام مقامات و اہداف شہری مقامات تصوّر کیے جاتے ہیں۔ ملٹری مقامات و اہداف سے مراد وہ مقامات ہیں جو اپنی فطرت، لوکیشن، مقصد یا استعمال کے تناظر میں عسکری حملوں میں ایک مؤثر حصہ ڈال سکے اور جن کی مکمل یا جزوی تباہی یا کنٹرول اُس وقت کے حالات میں اچھا خاصا ملٹری فائدہ سمجھا جاتا ہو[33]۔

وہ جگہیں جو لوگوں کی ثقافتی یا مذہبی و روحانی ورثہ کی تشکیل کرتی ہوں، مثلاً مساجد، گرجاگھر، مندر، تاریخی عجائب گھر وغیرہ، ان کی حفاظت لازم ہوگی۔ اسی طرح ان جگہوں کو ملٹری سرگرمیوں کے سپورٹ کے لیے استعمال کرنے کی بھی ممانعت ہوگی۔ اسی طرح اگر دشمن نے کسی ملک کے ان مقامات پر حملہ کیا تو اسے انتقام کے طور پر بھی ان کو ہدف بنانے کی اجازت نہ ہوگی[34]۔

اسی طرح شہری آبادی کی بقا کے لیے ناگزیر مقامات پر حملہ کرنے، انہیں تباہ کرنے یا ناکارہ بنانے کی قطعاً اجازت نہیں۔ مثلاً غذائی اشیاء کے گودام، زرعی زمینیں، فصلیں، لائیو سٹاکس، پینے کے قابل پانی کے مقامات وغیرہ پر حملہ کی اجازت نہیں، چاہے اس کا مقصد عام لوگوں کو فاقے میں مبتلا کرنا ہو یا انہیں ملک بدر کرنا۔ البتہ اگر یہ مقامات صرف مسلح طاقتوں کی بقا کے لیے استعمال ہو رہے ہوں یا انہیں عسکری سرگرمی میں براہِ راست تعاون کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو تو ان جگہوں پر حملہ کی اجازت ہوگی بشرطیکہ ان حملوں سے عام لوگوں کو غذائی یا آبی قلت کا سامنا نہ کرنا پڑے[35]۔

اسی طرح ایسے حملوں کی بھی اجازت نہیں جن سے قدرتی ماحول کو نقصان پہنچنے کا غالب گمان ہو[36]۔

اسی طرح ایسے مقامات جو خطرناک مواد پر مشتمل ہوں، جیسے نیوکلیئر پاور سٹیشنز، ان پر بھی حملے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ ان پر حملے کی صورت میں شہری آبادی کو نقصان پہنچنے کا غالب اندیشہ ہے[37]۔

حاصل یہ کہ شہری آبادی اور شہری مقامات دونوں کا تحفظ یقینی بنایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی قانون کی رو سے جنگ کے فریقین کی سب سے پہلی ذمہ داری یہی بنتی ہے کہ وہ سویلین آبادی و مقامات اور عسکری مقامات کے درمیان امتیاز قائم رکھ کر حملہ کیا کرے۔ پروٹوکول 1 کے آرٹیکل 48 کے مطابق:

> In order to ensure respect for and protection of the civilian population and civilian objects, the Parties to the conflict shall at all times distinguish between

the civilian population and combatants and between civilian objects and military objectives and accordingly shall direct their operations only against military objectives[38].

غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شہری مقامات کی حفاظت کی "علّت" بھی در حقیقت شہری آبادی ہی ہے؛ یعنی چونکہ یہ مقامات شہری آبادی ہی سے متعلّق ہیں اور ان مقامات کی تخریب یا تباہ کرنے میں شہری آبادی (civilian population) ہی کا ضرر ہے، اس لیے ان مقامات کی حفاظت کو بھی یقینی بنایا جائے گا۔

البتہ آج کے دور میں جبکہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والی ہتھیار موجود ہیں، اس اصولِ امتیاز (Discrimination) پر سو فی صد عمل کرنا مشکل ہے، کیونکہ شہری آبادی کو کسی نہ کسی درجے میں ضرر و نقصان پہنچنا یقینی ہوتا ہے۔ ایسے میں بین الاقوامی قانون کے مطابق "اصولِ تناسب" (Principle of proportion) کو ملحوظ رکھا جاتا ہے[39]۔ یعنی ملٹری کمانڈر پر یہ لازم ہوگا کہ وہ پہلے اس بات کو یقینی بنائے کہ حملے سے شہری آبادی کو جتنا نقصان متوقع ہے، وہ اُس عسکری فائدے سے کم ہے جو حملے کے نتیجے میں ہونے والا ہے۔ بالفاظِ دیگر اتنا عسکری فائدہ متوقع ہو جس کی موجودگی میں سویلین کا ضرر بامر مجبوری گوارا کیا جاسکے۔

کیا بین الاقوامی قانون تمام ریاستوں پر بائنڈنگ ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن ریاستوں نے بین الاقوامی قانون سے متعلق معاہدات پر دستخط نہیں کیا، کیا وہ دورانِ جنگ ان اصولوں پر عمل سے آزاد ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بین الاقوامی عمومی اصول جو ایک قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے اور جسے اصولِ امتیاز کا نام بھی دے سکتے ہیں، وہ تمام ریاستوں کے لیے واجب العمل ہے، چاہے بین الاقوامی معاہدات میں وہ ریاستیں شریک بھی نہ ہوں۔ یعنی بوقتِ حملہ civilians اور combatants، اسی طرح civilian objects اور military objectives کے درمیان امتیاز کرنا ہر ریاست کے لیے ضروری ہے[40]۔

تقابلی جائزہ:

جنگ اور تشدد کی صورتِ حال میں شہری آبادی کے تحفظ کے حوالے سے اسلامی اور بین الاقوامی قانون کسی قدر تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد اب ذیل میں دونوں کا مختصر موازنہ کیا جارہا ہے۔ اولاً ان امور کو ذکر کیا جائے گا جو دونوں میں مشترک ہیں، بعد میں امتیازی جہات کو ذکر کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ موازنہ صرف ان پہلوؤں تک محدود ہے جو "شہری آبادی" کے تحفظ سے متعلق ہیں۔

مشترکات:

1. ذکر کردہ تفصیل سے یہ امر واضح ہوا کہ دونوں قوانین میں یہ اصول مشترک ہے کہ مقاتلین (combatants) کے ساتھ ہی جنگ کی جائے گی اور ہر حوالے سے شہری آبادی (civilian population) کی حفاظت یقینی بنائی جائے گی۔
2. دونوں اس پر بھی متفق ہیں کہ شہری مقامات، تعمیرات، زرعی زمینیں اور فصلوں کی حفاظت یقینی بنائی جائے گی[41]۔
3. دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دورانِ جنگ کوئی زخمی ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے گا[42]۔
4. ایسے حملے بھی متفقہ طور پر ممنوع ہیں جن کی زد میں عسکری اہداف کے ساتھ ساتھ شہری آبادی بھی آجائے[43]۔
5. ایسی صورتِ حال میں جس میں فوجی ضرورت کے تحت حملہ ضروری ہو اور اس میں کسی قدر شہری آبادی کو نقصان کا خطرہ بھی موجود ہو تو ملٹری کمانڈر پر یہ لازم ہوگا کہ وہ پہلے اس بات کو یقینی بنائے کہ حملے سے شہری آبادی کو جتنا نقصان متوقع ہے، وہ اُس عسکری

فائدے سے کم ہے جو حملے کے نتیجے میں ہونے والا ہے۔ بالفاظِ دیگر اتنا عسکری فائدہ متوقع ہو جس کی موجودگی میں سویلین کا ضرر بامر مجبوری گوارا کیا جا سکے[44]۔ اسے بین الاقوامی قانونِ انسانیت میں تناسب کا اصول (principle of proportion) کہتے ہیں۔ سویلین کا یہ ضرر ضمنی ضرر (collateral damage) شمار کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کی طرح قانونِ اسلامی میں بھی ضمنی ضرر کو انتہائی مجبوری کی حالت میں برداشت کیا جاتا ہے[45]۔ اور وہ یہ کہ اس کے بغیر کسی قسم کی عسکری ہدف تک رسائی ممکن ہی نہ ہو[46]۔

امتیازات:

حاصل یہ کہ جہاں تک شہری آبادی کا تحفظ ہے، اس حوالے سے لگ بھگ تمام جزئیات پر دونوں کا اتفاق ہے۔ دونوں میں کوئی اصولی یا جزئی تفاوت نظر نہیں آیا۔ البتہ اس پہلو میں قانونِ اسلامی کو واضح امتیاز حاصل ہے کہ اس نے جنگی صورتِ حال کے متعلق جو تفصیلی قوانین آج سے چودہ سو سال پہلے (ساتویں صدی عیسوی میں) پیش کیے تھے، موجودہ بین الاقوامی قانون نے انیسویں صدی میں اس کی ابتدائی شکل اور بیسویں صدی میں اس کی موجودہ ارتقائی شکل پیش کی۔ بلاشبہ یہ زمانی فوقیت قانونِ اسلامی کا طرّہ امتیاز ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگرچہ موجودہ بین الاقوامی قانون اور اسلامی قانون میں کافی حد تک ہم آہنگی و توافق پایا جاتا ہے، تاہم اس کے اطلاق (application) کے حوالے سے بھی دونوں میں ایک فرق یہ ہے کہ بین الاقوامی قانون کے اطلاق کے لیے صرف قوّتِ نافذہ ہے، جبکہ اسلام قوّتِ نافذہ کے ساتھ ساتھ تصوّرِ آخرت بھی دیتا ہے۔ یہ تصوّرِ آخرت ایک دفعہ دل میں جاگزین ہو جائے تو بلاشبہ یہ قوّتِ نافذہ سے زیادہ مؤثر ہے۔ چنانچہ جہاں قوّتِ نافذہ موجود نہ ہو وہاں بھی تصوّرِ آخرت پوری طرح کارگر ہوتی ہے۔ تاریخِ اسلامی اس پر شاہد ہے کہ جن مواقع میں کسی قسم کی قوّتِ نافذہ موجود نہ تھی، وہاں بھی لشکرِ اسلام کے سپاہی پورے دل و جان سے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا کرتے تھے۔

حوالہ جات وحواشی:

1 الأنفال: 61

2 تقی عثمانی، مفتی، **آسان ترجمہ قرآن**، (مکتبہ معارف القرآن، کراچی)، 1:544

3 البقرة: 190

4 تقی عثمانی، مفتی، **آسان ترجمہ قرآن**، (مکتبہ معارف القرآن، کراچی)، 1:124

5 عبداللہ بن عباسؓ: م ۶۸ھ یا ۷۰ھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ والدہ کا نام لبابۃ الکبری بنت الحارث تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کے علم کے لیے خصوصی دعا مانگی تھی، اسی وجہ سے اللہ نے انہیں علم کا حظ وافر عطا فرمایا تھا اور اسی وجہ سے بحر (سمندر)، ترجمان القرآن اور حبر الامۃ (امت کا بڑا عالم) کے لقب سے ملقب تھے۔ طائف میں انتقال کر گئے، محمد بن الحنفیۃ نے آپ کا نماز جنازہ پڑھایا۔ ابو نعیم احمد بن عبد الله اصفهانی م ۴۳۰ھ، **معرفة الصحابة لابی نعیم** (ریاض: دار الوطن للنشر، 1419ھ)، 3:1700۔

6 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: {وَلَا تَعْتَدُوا} [البقرة: 190] يَقُولُ: «لَا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَلَا مَنْ أَلْقَى السَّلَمَ، وَكَفَّ يَدَهُ، فَإِنْ فَعَلْتُمْ هَذَا فَقَدِ اعْتَدَيْتُمْ» ۔ رازی، ابن ابی حاتم م 327ھ، **تفسير ابن أبي حاتم** (سعودية ، مكتبة نزار مصطفى الباز ، 1419ھ) ، 1:315

7 خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: آپ معروف صحابی ہیں، صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ حضور ﷺ نے انہیں سیف اللہ کا لقب دیا تھا۔ کثیر تعداد میں جنگوں میں شرکت کی۔ ہر جنگ میں فاتحانہ کردار ادا کیا۔ حمص کے مقام پر 21 ھجری میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ ابو نعیم اصبہانی، احمد بن عبد اللہ (م 430ھ)، **معرفة الصحابة** (رياض ، دار الوطن للنشر ، 1419ھ) ، 2:925

8 احمد بن محمد بن حنبل م 241ھ، **مسند الامام احمد بن حنبل** (مؤسسة الرسالة ، 1421ھ) ، 25:371

9 ابن عمر رضي اللہ عنہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے، مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ بدر میں کم عمری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ دیگر بہت سے غزوات میں شرکت کی۔ زہد اور عبادت میں ممتاز تھے۔ 73 یا 74 ہجری میں مکہ میں فوت ہوئے اور محصب / ذی طوی / سرف کے مقام پر دفن کیے گئے۔ ابو نعیم اصبہانی، احمد بن عبد اللہ (م 430ھ)، **معرفة الصحابة** (رياض ، دار الوطن للنشر ، 1419ھ) ، 3:1707

10 ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی م 273ھ، **سنن ابن ماجه** (دار الرسالة العالمية ، 1430ھ)، 4:107

11 عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: " نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ الْوُصَفَاءِ، وَالْعُسَفَاءِ " بیہقی، احمد بن حسین م 458ھ، **السنن الكبري للبيهقي** (دار الكتب العلمية ، بيروت ، 1424ھ)، 9:155

12 حدَّثني أنس بن مالك، أن رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم- قال: "انطلِقُوا باسم الله، وبالله، وعلى مِلَّةِ رسول الله، ولا تقتلُوا شيخاً فانياً. ولا طفلاً، ولا صغيراً، ولا امرأةً- ابوداود، سلیمان بن اشعث سجستانی م 275ھ، **سنن ابي داود** (دار الرسالة العالمية ، 1430ھ)، 4:256

13 وَإِنِّي مُوصِيكَ بِعَشْرٍ: لاَ تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً، وَلاَ صَبِيّاً (4)، وَلاَ كَبِيراً هَرِماً. وَلاَ [ف: 145] تَقْطَعَنَّ شَجَراً مُثْمِراً. وَلاَ تُخَرِّبَنَّ عَامِراً. وَلاَ تَعْقِرَنَّ شَاةً، وَلاَ بَعِيراً، إِلاَّ لِمَأْكَلَةٍ (5). وَلاَ تَحْرِقَنَّ نَخْلاً، وَلاَ تُغَرِّقَنَّهُ. وَلاَ تَغْلُلْ. وَلاَ تَجْبُنْ. ۔ مالکؒ بن انس م 179ھ، **موطا امام مالك** (مؤسسة زايد بن سلطان ، 1425ھ) ، 3:635

14 السنن الكبرى للبيهقي (9/ 155) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: " اتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِينَ فَلَا تَقْتُلُوهُمْ إِلَّا أَنْ يَنْصِبُوا لَكُمُ الْحَرْبَ "۔ بیہقی، احمد بن حسین م 458ھ، **السنن الكبري للبيهقي** (دار الكتب العلمية ، بيروت ، 1424ھ)، 9:155

15 محمد رضی الدین م 686ھ، **نہج البلاغة** ، (قاهره ، دار الكتاب المصرى ، 2004) ، ص 373۔

16 عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: " كَانُوا لَا يَقْتُلُونَ تُجَّارَ الْمُشْرِكِينَ ۔ بیہقی، احمد بن حسین، **السنن الكبري للبيهقي** (دار الكتب العلمية ، بيروت، 1424ھ ، 9:155)

17 ابن عباسؓ: حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، ہجرت سے تین سال ان کی ولادت ہوئی، حضور ﷺ کی ریق مبارک سے ان کی تحنیک ہوئی تھی۔ لسانِ نبوت سے ان کے لیے علم وفقہ کی دعا ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے انہیں علم سے حظِ وافر ملا تھا اور اسی وجہ سے آپ متعدد القاب (بحر (دریائے علم)، ترجمان القرآن وغیرہ) سے نوازے گئے۔ دورِ فاروقی میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ انہیں اپنے مقربین میں داخل کرتے تھے۔ طائف کے مقام پر 38ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ابو نعیم اصبہانی، احمد بن عبد اللہ (م 430ھ)، **معرفة الصحابة** (رياض ، دار الوطن للنشر ، 1419ھ) ، 1699:3

18 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: {وَلَا تَعْتَدُوا} [البقرة: 190] يَقُولُ: «لَا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَلَا مَنْ أَلْقَى السَّلَمَ، وَكَفَّ يَدَهُ، فَإِنْ فَعَلْتُمْ هَذَا فَقَدِ اعْتَدَيْتُمْ» رازی، ابن ابی حاتم م 327ھ، **تفسير ابن أبي حاتم** (سعودية ، مكتبة نزار مصطفى الباز ، 1419 ھ) ، 325:1

19 ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی م 273ھ، **سنن ابن ماجه** (دار الرسالة العالمية ، 1430ھ)، 107:4

20 عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: " اتَّقُوا اللهَ فِي الْفَلَّاحِينَ فَلَا تَقْتُلُوهُمْ إِلَّا أَنْ يَنْصِبُوا لَكُمُ الْحَرْبَ ۔ بیہقی، احمد بن حسین م 458ھ، **السنن الكبري للبيهقي** (بيروت: دار الكتب العلمية ، 1424ھ)، 155:9

21 قَالَ ابْنُ إسْحَاقَ : وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ قَدْ عَهِدَ إلَى أُمَرَائِهِ مِنْ الْمُسْلِمِينَ حِينَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوا مَكّةَ ، أَنْ لَا يُقَاتِلُوا إلّا مَنْ قَاتَلَهُمْ۔ سہیلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ م 581ھ، **الروض الأنف في تفسير السيرة النبوية** (بيروت ، دار الكتب العلمية) 4 : 167

22 طحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ م 321ھ، ((بيروت : دار الكتب العلمية ، 1399ھ)224:3

23 بخاری، محمد بن اسماعیل م 256ھ، صحيح البخاري (دار طوق النجاة ، 1422ھ) ، 155:5۔ سہارنپوری، خلیل احمد م 1346ھ، **بذل المجهود** (هند: مركز الشيخ ابي الحسن الندوي للبحوث و الدراسات الاسلامية ، 1427ھ) 206:9

24 وَفِي جُشَمَ دُرَيْدُ بْنُ الصِّمَّةِ، شَيْخٌ كَبِيرٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ إِلَّا التَّيَمُّنُ بِرَأْيِهِ، وَكَانَ شَيْخًا مُجَرِّبًا- ابن اثیر، عزالدین، علی بن ابی الکرم م 630ھ ،**الكامل في التاريخ** (بيروت : دار الكتاب العربي ، 1417ھ) ،133:2

25 Protocol 1, Article 43 (Switzerland, International Committee of the Red Cross) , pg: 32

26 3rd Geneva Convention, Article 4 (Switzerland, International Committee of the Red Cross), pg: 82

27 Hague Convention, 1907, Article 23 (g)

28 protocol 1, Article 50, (1,2,3) (Switzerland, International Committee of the Red Cross), pg: 37

29 protocol 1, Article 51, Sub 4 (a,b,c) (Switzerland, International Committee of the Red Cross), pg: 37

30 protocol1, Article 51, sub 5(a), pg: 37

31 protocol1, Article 51, sub 7, pg: 38

32 protocol 1, article 54 (1), pg: 39

33 protocol 1 , article 52. Sub 2, pg: 38

34 protocol 1, article 53 (a,b,c), pg: 39

35 protocol 1 , Article 54 , Sub 2 , 3(a,b), pg: 39

36 protocol 1, Article 55 (1), pg : 40

37 protocol 1 , Article 56, pg: 40

38 Protocol 1, Article 48, pg: 36

39 Hans-Peter Gasser, **International Humanitarian Law**, (Vienna, Paul Haupt Publishers Berne, 1993), pg 63

40 Ibid, pg 66

41 وَإِنِّي مُوصِيكَ بِعَشْرٍ: لاَ تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً، وَلاَ صَبِيّاً (4)، وَلاَ كَبِيراً هَرِماً. وَلاَ [ف: 145] تَقْطَعَنَّ شَجَراً مُثْمِراً. وَلاَ تُخَرِّبَنَّ عَامِراً. وَلاَ تَعْقِرَنَّ شَاةً، وَلاَ بَعِيراً، إِلاَّ لِمَأْكُلَةٍ (5). وَلاَ تَحْرِقَنَّ نَخْلاً، وَلاَ تُغَرِّقَنَّهُ. وَلاَ تَغْلُلْ. وَلاَ تَجْبُنْ. ۔ مالک بن انس م 179ھ، **موطا امام مالك** (مؤسسة زايد بن سلطان ، 1425ھ) ، 635:3

protocol 1, article 51,52,53,54 (Switzerland, International Committee of the Red Cross) , pg: 38,39,40

42 محمد رضی الدین م 686ھ، نہج البلاغة ،(قاہرہ ، دار الكتاب المصرى ، 2004) ، ص 373۔

1st Geneva Convention, Article 12 (Switzerland, International Committee of the Red Cross), pg: 82

43 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ: {وَلَا تَعْتَدُوا} [البقرة: 190] يَقُولُ: «لَا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَلَا مَنْ أَلْقَى السَّلَمَ، وَكَفَّ يَدَهُ، فَإِنْ فَعَلْتُمْ هَذَا فَقَدِ اعْتَدَيْتُمْ» ـ رازی، ابن ابی حاتم م327ھ، **تفسیر ابن أبي حاتم** (سعودیة ، مکتبة نزار مصطفى الباز ، 1419ھ) ، 315:1

44 Protocol1, Article 51, sub 5(a), pg: 38 ،Hans-Peter Gasser, **International Humanitarian Law**, (Vienna, Paul Haupt Publishers Berne, 1993), pg 63

45 ثُمَّ لَا يَمْتَنِعُ تَحْرِيقُ حُصُونِهِمْ بِكَوْنِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ فِيهَا فَكَذَلِكَ لَا يَمْتَنِعُ ذَلِكَ بِكَوْنِ الْأَسِيرِ فِيهَا وَلَكِنَّهُمْ يَقْصِدُونَ الْمُشْرِكِينَ بِذَلِكَ لِأَنَّهُمْ لَوْ قَدَرُوا عَلَى التَّمْيِيزِ فِعْلًا لَزِمَهُمْ ذَلِكَ فَكَذَلِكَ إذَا قَدَرُوا عَلَى التَّمْيِيزِ بِالنِّيَّةِ يَلْزَمُهُمْ ذَلِكَ. ـ سرخسی، محمد بن احمد(م483ھ) ، **المبسوط** (بيروت ، دار المعرفة ، 1414ھ) ، 10 : 32

46 قَوْلُهُ: (هُمْ مِنْهُمْ) أَيْ فِي الْحُكْمِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ إبَاحَةَ قَتْلِهِمْ بِطَرِيقِ الْقَصْدِ إلَيْهِمْ بَلْ الْمُرَادُ إذَا لَمْ يُمْكِنْ الْوُصُولُ إلَى الْمُشْرِكِينَ إلَّا بِوَطْءِ الذُّرِّيَّةِ، فَإِذَا أُصِيبُوا لِاخْتِلَاطِهِمْ بِهِمْ جَازَ قَتْلُهُمْ. ـ شوکانی، محمد بن علی(م1250ھ)، **نيل الاوطار** (مصر ، دار الحديث ، 1413ھ)، 290:7